قرآن کریم معجزۂ نبوت ہے

مولانا سید حسن مہدی رضوی

جس طرح حضور نبی کریمؐ کی نبوت و رسالت قوم، قبیلے، رنگ و نسل، اور جغرافیائی حدوں سے بالاتر ہے اسی طریقے سے نبی آخرالزمان کو جو کتاب دی گئی وہ بھی کسی قوم یا خطہ ارض سے مخصوص نہیں بلکہ اس کی حیثیت بھی آفاقی ہے۔ جیسا کہ خود اس کا بیان ہے: "تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا"[1] (خدا) بہت با برکت ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن نازل کیا۔ تا کہ سارے جہان کے لئے (خدا کے عذاب سے) ڈرانے والا ہو۔

اور جس طرح مرسل اعظم کی نبوت و رسالت کا تعلق کسی خاص انسانی شعبۂ زندگی سے مخصوص نہیں ہے اسی طرح حضورؐ کی کتاب کے احکام و ضوابط بھی انسانی زندگی کے کسی خاص شعبہ سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے اندر آپ کو فکر و عمل کا ایسا نظام اور انسانی زندگی سے متعلق ایسا لائحہ عمل ملے گا جس سے پوری نوع انسانی مستفید ہوسکتی ہے۔ قرآن مجید اور اس کے پیغمبر حضور سرور کائنات کی نبوت و رسالت کا یہی وہ طرۂ امتیاز ہے جو پچھلی تمام آسمانی کتابوں اور نبوتوں کے مقابلہ میں ان کو ایک امتیازی شان کا حامل قرار دیتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پچھلی تمام نبوتیں اور کتابیں ایک محدود وقت اور زمانہ کے لئے تھیں۔ حضور سرور کائناتؐ کی نبوت و رسالت اور ان کی لائی ہوئی کتاب ان دونوں نے گذشتہ تمام نبوتوں، اور کتابوں پر خط نسخ کھینچ دیا اور خود قیامت کی صبح تک باقی رہیں گی۔ ان پر نہ ماضی کی کہنگی ہی طاری ہوسکی اور نہ مستقبل ان کے خطۂ اقتدار سے باہر ہوسکتا ہے۔

دنیای بشریت کی ہدایت کے لئے جناب آدمؑ سے جس الٰہی اور ربانی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا۔ اور جو اپنی اساسی اور بنیادی تعلیمات میں یکساں رہنے کے باوجود مزاج انسانی کے تغیر اور تمدنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ حسب ضرورت جس میں فروعی تبدیلیاں کی جاتی رہی ہیں اب وہ ترقی کی اس

۱- پ۱۸، ع۱۶، سورہ فرقان

منزل پر پہونچ گیا تھا جس کے بعد اس کے آگے بڑھنے کی قطعی کوئی گنجائش نہ تھی اس لئے اسی منزل پر نبوت کو ختم کر کے حضورؐ سرور کائنات کو ''خاتم النبیین'' قرار دیا گیا۔

ضرورت تھی کہ ایسے نبی کو ایسی کتاب بھی عنایت کی جائے جو اپنی لازوال تعلیمات اور محکم و مضبوط قوانین وضوابط میں اتنی وسعت رکھتی ہو کہ جب تک دنیا میں خاتم النبیین کی نبوت باقی رہے وہ کتاب بھی اپنے اسی اعجازانہ شان کے ساتھ موجود رہے۔

دماغوں سے عصبیت اور جمود کے کیڑے اگر نکال دیئے جائیں تو اس امر کا سمجھ لینا دشوار نہ ہوگا کہ قرآن مجید پچھلی کتابوں کا حریف نہیں ہے۔ اور نہ اس کا لانے والا پیغمبر، انبیاء ماسبق کا دشمن ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ انبیاء اور اس کی کتابوں پر ان کے نام نہاد ماننے اور چاہنے والوں نے'' تحریفات'' کے جو پردے ڈال دیئے تھے۔'' قرآن مجید'' اور اس کے '' نبی'' نے انہیں پردوں کو اپنی تعلیمات اور اپنے عملی کردار سے چاک کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس طرح نبی آخرالزماںؐ کوئی نیا دین نہیں لائے تھے بلکہ ان کا دین وہی تھا جو آدمؑ و نوحؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا دین تھا۔ قرآن مجید کے احکام وضوابط بھی اسی طرح منجاب اللہ ہیں جس طرح پچھلی آسمانی کتابوں کی تعلیمات تھی۔ خود قرآن مجید کا ارشاد ہے:

و انزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیه من الکتاب و مهیمنا علیه۔[۱]

اور (اے رسول) ہم نے تم پر بھی برحق کتاب نازل فرمائی جو کتاب (اس کے پہلے سے) اس کے وقت میں موجود ہے۔ اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی نگہبان بھی ہے۔

وہ لوگ غلطی کرتے ہیں اور انہیں کبھی صراط مستقیم کا پتہ نہیں مل سکتا۔ جو سرور کائناتؐ کو تاریخ اور قرآن مجید کو صحابہ و تابعین سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ حضور ختم المرسلینؐ کو قرآن و اہل بیتؑ اور قرآن کو حضورؐ اور اہلِ بیتؑ سے سمجھا جائے۔

نبی کریم کو اگر قرآن و اہل بیتؑ سے سمجھا جاتا تو وہ نبی کا ویسا ہی تعارف کراتے جیسے وہ تھے یعنی نبی معصوم تھے۔ پاک اصلاب اور پاکیزہ ارحام ان کا مستقر رہا، وہ ایسے عالم علم لدنی تھے جنہوں نے قرآن جیسی کتاب دنیا کے سامنے پیش کردی۔ اسی طرح اگر قرآن کو نبی و اہل بیتؑ سے سمجھایا گیا ہوتا تو نہ آج اسلام میں تہتر فرقے ہوتے اور نہ ایک قرآن کی تہتر ہزار تفسیریں ہوتیں۔

۱۔ پ ۶، ع ۱۱، سورہ مائدہ

نبیؐ کے دو معجزے

حضورؐ سرورِ کائنات نے تبلیغ کی سنگلاخ وادی میں قدم رکھا تو آپ کے پاس نہ تخت و تاج تھا اور نہ دولت و ثروت نہ جاہ و حشمت تھی اور نہ ملک عادل، نہ عسکری نظام تھا اور نہ پریس کی طاقت، بلکہ ان کے پاس دو گرانقدر چیزوں کے علاوہ کچھ نہ تھا ایک ان کے اہل بیت اور دوسری گرانقدر چیز تھی ''قرآن'' اسی لئے آپ نے امت کو بھی ہدایت فرمائی کہ اگر تمہیں زحمتوں سے بچنا اور مشکلات میں پھنسنا نہ ہو تو میں بتائے جاتا ہوں''۔

"انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلّوا بعدی و انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض"۔

''میں تم لوگوں کے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن) دوسرے اہلِ بیتؑ عترت۔ اگر تم لوگ ان کے دامن سے متمسک رہے تو میرے بعد ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں چیزیں (قرآن و اہل بیت) بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہوں گی۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد ہوں''۔

جب تک قرآن سے کام لیا جاسکتا تھا اس وقت تک نبوت اپنے اسی صامت معجزہ کو دنیا کے سامنے پیش کرتی رہتی۔ لیکن جب یہ محسوس کیا جاتا کہ قرآنی اعجاز کے باوجود فریق مخالف ہتھیار نہیں ڈالتا تو پھر ناطق معجزہ (اہل بیتؑ) بھی دشمن کے سامنے پیش کردیئے جاتے۔ اس بیان کے ثبوت کے لئے مباہلہ کا واقعہ کافی ہے۔

قرآن افضل یا اہل بیتؑ

اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ قرآن افضل ہے۔ یا اہل بیتؑ؟ دوسری تمام باتوں سے قطع نظر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جہاں قرآن مجید سے دشمن اسلام مرعوب نہیں ہوتا تھا وہاں اہلِ بیتؑ اس کی کمک کو لائے جاتے تھے۔ جیسا کہ میں نے ابھی مباہلہ کا واقعہ یاد دلایا۔

نصاریٰ نجران آیات قرآن مجید، حضور سرورکائنات کی زبان فیض ترجمان سے مسلسل سنتے رہے۔ لیکن جو وہ گھر سے عیسیٰؑ کے متعلق اپنا نظریہ لے کر آئے تھے اسی پر آخری وقت تک باقی رہے۔ بالآخر قرآن کی زبانی خدا کو کہنا پڑا۔ ''آپ ان سے مباہلہ کرلیں''۔ ہم تو جب جانتے کہ مباہلہ صرف

قرآن مجید کی امداد و استعانت حاصل کر کے کامیاب کرلیا جاتا۔

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ مباہلہ میں رسولؐ اکرم اپنے دوسرے ناطق معجزہ (اہل بیتؑ) کو لے کر آئے۔ تب مباہلہ کامیاب ہوا۔ اور وہ نصاریٰ نجران جس نے مسجد میں نبی سے مسلسل مباحثہ کیا تھا اور جو قرآنی آیات سنتے رہنے کے باوجود اپنی ضد پر باقی تھے۔ انہوں نے میدانِ مباہلہ میں زندہ معجزوں کی صورتوں کو دیکھتے ہی اپنی شکست کا اعلان کردیا۔ اب صاحبان عقل بتائیں کہ " قرآن افضل یا اہلِ بیتؑ؟"

لڑائی تھی قرآن کے بیان پر یعنی عیسائی یہ کہہ رہے تھے کہ " ہماری کتاب توریت سچی ہے۔ جو عیسیٰ کو ابن اللہ کہتی ہے"۔ اور نبی یہ فرمارہے تھے کہ " قرآن سچا ہے جو عیسیٰ کو روح اللہ کہتا ہے"۔ فیصلہ نہیں ہوسکا، جب تک اہلِ بیتؑ درمیان میں نہیں آئے۔ تو نبی کے جس معجزے (اہلِ بیتؑ) نے نبی کے صامت معجزہ (قرآن) کی صداقت کو اپنی روحانیت سے بچایا ہو وہ بھلا قرآن سے افضل کیوں نہ ہوں گے؟"۔

میرا موضوع چونکہ قرآن مجید ہے لہٰذا اس وقت اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

قرآن مجید معجزہ نبوت ہے اس کے لئے خود اس کا اپنا بیان ہے"۔

"اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یُتلیٰ علیھم"۔[1]

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر قرآن نازل کیا جو ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے۔

معجزہ کی تعریف

معجزہ کی تعریف علماء نے کی ہے:

ھو الامر الخارق العادۃ المطابق للدعویٰ المقرون بالتحدی المتعذر علی الخلق عن الاتیان بمثلہ۔

معجزہ اس غیر معمولی اور مافوق الفطرت فعل کا نام ہے جو دعویٰ کے ساتھ ساتھ تحدی اور چیلنج کے طور پر پیش کیا جائے اور جس کا جواب لانے سے لوگ معذور اور عاجز ہوں۔

قرآن مجید نے جب اپنے معجزہ نبوت ہونے کا اعلان کیا تو فصحاء و بلغاء عرب اس کا جواب لانے سے واقعی قاصر رہے۔ دنیا کی جملہ کتابوں نیز سابقہ آسمانی کتب اور صحف انبیاء کسی کو بھی وہ درجہ و مرتبہ حاصل نہیں جو قرآن مجید کو حاصل ہے۔

۱۔ پ ۲۱، ع ۱، سورہ عنکبوت

یہ بات بھی سمجھ لینے کی ہے کہ معجزہ، جادو کو نہیں کہتے اس لئے کہ تحدی اور چیلنج کے ساتھ آج تک کسی جادوگر نے کسی پر جادو نہیں کیا۔ ایک موقع یقیناً تاریخ میں ایسا آیا تھا جہاں تحدی اور چیلنج کی ایک صورت پیدا ہوگئی تھی لیکن وہیں پر تمام جادوگروں کا سحر باطل ہوگیا۔ اور وہ مقام ہے فرعون کا دربار، جہاں جادوگروں اور ایک معجز نما نبیؑ میں مقابلہ ہوا تھا۔ نتیجہ کے طور پر ساری دنیا کو معلوم ہے کہ عصای موسیٰ کے معجزہ نے ساحران دربار فرعونی کے حواس مختل کردیئے اور ان کا سارا جادو چشم زدن میں غائب ہوگیا۔ نہ صرف اتنا بلکہ دربار فرعون کے جملہ ساحرین فرعون کا ساتھ چھوڑ کر اور اس کی خونخوار دھمکیوں سے لاپرواہ ہوکر جناب موسیٰ کی طرف آ گئے۔

"آمنا برب العالمین رب موسیٰ و ھارون"۔

سحر اور معجزہ کے درمیان ہونے والے مقابلہ میں اعجاز کی فتح کا کھلا ہوا اعلان ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ سحر میں بقا و دوام کی طاقت نہیں ہوتی۔ بخلاف اس کے معجزہ اس وقت تک باقی رہتا ہے، جب تک معجز نما کی خواہش ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا بھی کارآمد ہوگا کہ انبیاء ماسبق کے معجزات میں ہمیں یہ ملتا ہے کہ جب تک معجز نما باقی رہا اسی وقت تک اس کا اعجاز بھی باقی رہا۔ لیکن معجز نما کے ختم ہونے کے بعد وہ اعجاز بھی ختم ہوگیا۔ مگر حضور خاتم النبیینؐ کے معجزہ کا یہ بھی ایک اعجاز ہے کہ پیغمبر اکرمؐ خداوند عالم کی طرف سے جو دو صامت و ناطق معجزے یعنی قرآن و اہل بیت لائے تھے آج بھی ان دونوں کا وجود باقی ہے جب کہ معجز نما حیات ظاہری کے ۶۳ سال پورے کرکے ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوگیا۔

قرآن مجید نے کسی ایک خاص نسل، قوم، جماعت گروہ یا مخصوص زمان و مکان کے لوگوں کے سامنے اپنے جواب لانے کا چیلنج نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس زمین پر جب تک نسلِ انس و جن کا وجود رہے گا اس وقت تک فصاحت و بلاغت کے میدان میں قرآن مجید اپنی اعجازی شان کا کوس "لمن الملک" بجاتا رہے گا"۔

آج بھی اسی اعجازانہ شان و شوکت کے ساتھ قرآن کے باقی رہنے کی غالباً یہ وجہ ہے کہ بظاہر کوئی مقابلہ کرنے والا نہ سہی، لیکن یہ تو نظامِ قدرت ہے، مبادا کبھی کوئی پیدا ہوجائے اور وہ کہہ بیٹھے کہ اگر قرآن آج چیلنج کرتا تو ہم اس کا جواب دے دیتے تو پھر کیا ہوتا۔ اسی لئے قرآن اسی شان سے آج بھی مقابلہ کو تیار ہے اسی وجہ سے عترتؑ کو بھی ساتھ ساتھ باقی رکھا گیا تاکہ اگر کوئی تشنہ

ہدایت آج خلوص سے سیرابی کے لئے بے تاب ہو تو یہ کہنے میں نہ آئے کہ اب تو چشمہ ہی نہ رہا۔ یہ ہے نظامِ قدرت کہ وہ اپنے عدل و حکمت کے تحفظ کے لئے سامان مہیا رکھتا ہے۔ اب کوئی فائدہ اٹھائے یا نہ اٹھائے۔ بہرحال اس کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔

قرآن کا کھلا چیلنج

قرآن مجید نے پوری دنیائے جن و انس کے سامنے تین بار چیلنج پیش کیا۔ پہلے تو قرآن نے پورے قرآن کا جواب مانگا''۔

۱- قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یا توآ بمثل ھذا القرآن لایاتون بمثلہ و لوکان بعضھم لبعض ظھیرا۔[۱]

(اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر (ساری دنیا، جہان کے) آدمی اور جن اس بات پر اکٹھا ہوں کہ اس قرآن کا مثل لے کر آئیں تو (غیر ممکن) اس کے برابر نہیں لاسکتے اگر چہ (اس کوشش میں) ایک کا ایک مددگار بھی بن جائے۔

اور جب اس کا کوئی مقابلہ کرنے کو تیار نہ ہوا تو قرآن نے اپنی تحدی میں بہت زیادہ تخفیف کرتے ہوئے صرف دس ہی سوالوں کے جواب طلب کئے۔

۲- ام یقولون افتراہ قل فاتوا بعشر سورٍ مثلہ مفتریات وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔[۲]

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص (تم) نے اس (قرآن کو) اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے تو تم (ان سے صاف صاف) کہہ دو کہ اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو (زیادہ نہیں) ایسی دس سورتوں کو اپنی طرف سے گڑھ کے لے آؤ اور خدا کے سوا جس جس کو تمہیں بلاتے بن پڑے مدد کے واسطے بلالو۔

لیکن جب ظلوم و جہول مخلوق کی طرف سے سوائے عاجزی و درماندگی کے کوئی جواب نہ دیا گیا تو قرآن نے ان لوگوں کے کس بل کا بھانڈہ پھوڑنے کے لئے کہا کچھ نہیں تو ایک ہی سورہ کا جواب لاؤ''۔

۳- وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ، و ادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔[۳]

اور اگر تم لوگ اس کلام سے جو ہم نے اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے شک میں پڑے ہو پس اگر

۱- پ ۱۵، سورہ اسراء، آیت ۸۸ ۲- پ ۱۲، ع ۲، سورہ ھود ۳- پ ۱، ع ۳، سورہ بقرہ

تم سچے ہو تو تم (بھی) ایک ایسا ہی سورہ بنالو۔ اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو (بھی) بلالو۔
تاریخ اسلام گواہ ہے کہ آج تک قرآن مجید کے ایک سورہ تو کیا ایک لفظ کا بھی جواب نہ دیا گیا۔
اس سلسلے میں ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو لطیفہ سے خالی نہیں۔

چار سر پھرے

امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور امامت کا سب سے بڑا مشہور اور فصیح و بلیغ ابن ابی العوجاء مع اپنے چار ساتھیوں ابو شاکر دیصانی، ابن مقنع اور عبدالملک جو فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھے خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوکر سب نے آپس میں مشورہ اور عہد و پیمان کیا کہ قرآن کے چار حصے کرکے ایک ایک حصہ کا ہر ایک شخص سال آئندہ جواب لکھ کر لائے اور پھر اس کی ترتیب دے دی جائے گی۔ چنانچہ دوسرے سال وہ چاروں مقام ابراہیم میں آکر جمع ہوئے تو ابن ابی العوجاء نے کہا کہ میں قرآن کی اس آیت: "فلما استیأسوا منه خلصوا نجیا"۔ پر سال بھر غور کرتا رہا مگر اس کا جواب نہ بنا سکا۔

عبدالملک نے کہا کہ میں "ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا و لو اجتمعوا له" پر غور وفکر کرتا رہا۔ لیکن مجھ سے اس آیت کا معارضہ نہ ہوسکا۔

ابو شاکر نے کہا کہ میں "لوکان فیهما آلهة الا الله لفسدتا۔ پر سال بھر غور وخوض کرتا رہا مگر اس کا جواب مجھ سے ممکن نہ ہوا۔

ابن مقنع نے کہا کہ میں قرآن کی اس آیت "و قیل یا ارض ابلعی ماء ک و یا سماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر" کے متعلق سال بھر سوچتا رہا۔ لیکن مجھ سے اس کا جواب نہ ہوسکا۔

یہ چاروں ایک جگہ جمع ہوکر اپنی عاجزی اور مایوسی کا اظہار کر ہی رہے تھے کہ ادھر سے امام جعفر صادقؑ کا گزر ہوا۔ ان کے قصہ سے آگاہ ہوکر اور ان کی مایوسی کو دیکھ کر اعجاز قرآن کے متعلق اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لایاتون بمثله و لوکان بعضهم لبعض ظهیراً

چار سر پھرے اور ایک اور لطیفہ ملاحظہ ہو: ایک مرتبہ چار شریر الطبع لوگوں نے جن کی زباندانی پر عرب کو بڑا ناز تھا بڑے غور وفکر اور جستجو کے بعد قرآن میں چار لفظوں کو تلاش کیا۔ ان کو غیر فصیح و بلیغ

قرار دیا۔

۱- هزوا ۲- کبار ۳- لشئ ۴- عجاب

یہ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر ان چاروں الفاظ کے غیر فصیح و بلیغ اور زبان و محاورہ عرب کے خلاف ہونے پر آپ سے بحث کرنے لگے۔ پیغمبرؐ نے ان کی طول وطویل گفتگو کو سن کر فرمایا کہ ''جو تمہارے نزدیک سب سے بڑا فصیح و بلیغ ماہر زبان ہو لے آؤ۔ اگر وہ ان چاروں لفظوں کو اپنے کلام میں خود استعمال کرے تو تم لوگوں کو ان الفاظ کی فصاحت و بلاغت پر کوئی عذر نہ ہونا چاہئے''۔

ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کیا اور ''زید'' نامی شخص کو جو فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا پیغمبر کی خدمت میں لائے یہ شخص بہت بوڑھا اور جہاندیدہ و تجربہ کار انسان تھا۔ جب دربار رسالت میں یہ حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا: "اجلس" بیٹھ جا۔ وہ بیٹھ گیا پھر فرمایا۔ "قم" کھڑا ہوجا۔ وہ کھڑا ہوگیا۔

دو تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے اور زید نے برابر آپ کے حکم کی تعمیل کی بالآخر خفا ہوکر کہا۔

"آتخذ نی هزوا انی شیخ کبار وهذا لشئ عجاب"۔

''آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ حالانکہ میں آپ سے سن میں بڑا ہوں۔ آپ سے یہ بات تعجب انگیز ہے''۔

زید کی زبان سے یک بیک یہ چاروں الفاظ نکل پڑے۔ اور وہ معترضین یہ سلسلہ کلام سن کر دم بخود اور قرآن کے اعجاز کے قائل ہوگئے۔ بلکہ یہ بھی معجزنما نبیؐ کا اعجاز ہی تھا کہ کچھ اور کہنے کے بجائے زید نے خفگی کے اظہار میں انہیں الفاظ کو استعمال کیا جو زیرِ بحث تھے۔

یہی بات قرین عقل و قیاس ہے کہ پہلے قرآن نے پورے قرآن کا جواب پھر دس سورتوں کا اور سب کے آخر میں محض ایک سورہ کا جواب طلب کیا ہوگا۔ کیونکہ دوسری صورت یعنی پہلے ایک سورہ پھر دس سورہ اور پھر پورے قرآن کا جواب طلب کرنا عقلاً محال ہے لیکن حضرت عثمان نے خلاف مرضی خدا و رسولؐ جو ''جمع قرآن کمیٹی'' تیار کی تھی اس نے قرآن مجید کو جن سرکاری مصلحتوں کے تحت جمع کیا اس کے اندر آپ کو یہ ملے گا کہ قرآن نے جو پہلا چیلنج کل قرآن کے جواب لانے کا کیا وہ پ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل، ع ۱۰ میں ملے گا۔ اور قرآن کا دوسرا چیلنج دس سورتوں والا پ ۱۲، سورہ

ہود، ع ۲ میں ملے گا۔ اسی طرح تیسرا چیلنج پ ۱، سورہ بقرہ، ع ۳ میں ملے گا''۔

قرآن کی اعجازی صداقت ایک نقطہ کے بھی ہٹائے جانے کی متحمل نہیں ہے۔ چنانچہ فخرالدین راضی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ'' کچھ لوگ حضور سرورکائناتؐ کے پاس آئے اور اپنے آباواجداد کی بدخلقی پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ عرض کی کہ اے اللہ کے رسولؐ قرآن مجید کی اس آیت "فابوا ان یّضیّفوهما" میں جو''ب'' کا نقطہ ہے اسے اوپر کرکے ایک نقطہ کا اور اضافہ کردیجئے تاکہ'' فاتوا'' ہوجائے اور ہماری خاندانی برائیاں طشت از بام نہ ہونے پائیں۔ مگر رسول اللہؐ نے ان لوگوں کی فرمائش کو قطعی رد کردیا''۔

قرآن مجید خود اپنی تاریخ نزول کا پتہ دیتا ہے۔

"شهرُ رمضان الذی انزل فیه القرآن"۔

ماہ مبارک رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔

یوں تو اس آیت کی روشنی میں قرآن کے لئے یہی کہا جائے گا کہ رمضان کے مہینہ سے قرآن کا نزول باقاعدہ شروع ہوا، مگر جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تیس برس کی تبلیغی زندگی کی طویل مدت میں قرآن آہستہ آہستہ نازل ہوتا رہا اور جب تک جبرئیل نبیؐ تک آیت نہیں پہنچاتے تھے۔ اس وقت تک رسول کریم اس آیت سے ناواقف رہتے تھے۔ اسی لئے جبرئیل رسولؐ کے استاد ہیں۔

میرے خیال میں یہ ایک کافرانہ عقیدہ ہے ایسا نہیں ہوسکتا کہ جبرئیل کے لانے سے پیشتر حضورؐ کو قرآنی آیات کا علم نہ رہا ہو۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے اس لئے کہ تاریخی بیان کے مطابق نزول قرآن کے ظاہری ماہ و سال سے مدتوں سے پہلے ولادت کے فوراً بعد علیؑ نے آغوش ختم المرسلینؐ میں آتے ہی قرآن مجید کی تلاوت فرمائی ہے۔ اور سرکار رسالتؐ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

ہمارا اپنا عقیدہ عقل و نقل اور فہم و بصیرت کی روشنی میں یہ ہے کہ'' طه'' کا لقب پانے والے پیغمبرؐ کا سینہ علوم و معارف اور اسرار الوہیت کا گنجینہ تھا۔ قرآن مجید بھی اسی سینہ میں موجود تھا، جبرئیل کا کام صرف اتنا تھا کہ وہ اللہ کا پیغام لاتے تھے کہ اب یہ آیت سنایئے اور اب یہ آیت سنایئے۔

۱۔ پ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۱۸۵